The Established Historical Perspectives of Urdu Poetry and Ghalib's Elegent Attitude

اردو شاعری کی مُسَلَّم تلمیحات اور غالب کا ظریفانہ رویہ

Muhammad Allah Ditta*[1]
PhD Scholar, Urdu Department, G C University, Faisalabad .
Dr.Tariq Hashmi*[2]
Associate Professor, Urdu Department, G C University, Faisal Abad

[1]☆**محمد اللہ دتہ**
پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
[2]☆**ڈاکٹر طارق محمود ہاشمی**
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Correspondance:drtariqhashmi@gcuf.edu.pk

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 15-04-2025
Accepted:20-06-2025
Online:30-06-2025

Copyright:© 2023 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: A unique aspect of satire and humor in Ghalib's poetry is that he negates the established truths with his comic attitude. In Urdu poetry, in the allusions in which some accepted facts had been present for centuries in the form of a riddle, Ghalib while giving his subtlety to them, negated them. Subject, whether it was the will of God or the methods of religions, whether it was the topic of heaven or hell, whether it was the fate of moses or the messiahship of the son of Mary, whether it was the guidance of Khidr or the greatness of angels, Ghalib does not shy away from brining humorous aspects of every subject. He has always understood some point of satire and irony.

KEYWORDS: Ghalib, Satire, Humour, Allusions, Negates, Irony, Religions.

غالب کے کلام میں طنز و ظرافت کا ایک منفرد پہلو یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ظریفانہ رویے سے مسلمات کی نفی کرتے ہیں۔ اُردو شاعری میں وہ جملہ تلمیحات جن میں بعض تسلیم شدہ حقائق صدیوں سے ایک روایت کی صورت میں موجود تھے، موضوع مشیت ایزدی ہو یا مذاہب کے طور طریقوں کا، جنت کا ہو یا دوزخ کا، موسیٰ کے کوہِ طور کا تذکرہ ہو یا ابنِ مریم کی مسیحائی کا، خضر کی رہنمائی کی بات ہو یا ملائکہ کی عظمت کا مضمون، غالب ہر موضوع کے ظریفانہ پہلو سامنے لانے سے نہیں چوکتے اور بذلہ سنجی کا کوئی نہ کوئی نکتہ انہیں سوجھ ہی جاتا ہے۔

وہ لفظوں سے تصویر کشی کرتے ہوئے اس میں شوخی و ظرافت کے رنگ بھرتے چلے جاتے ہیں۔ زیرِ لب خود مسکراتے ہیں اور دوسروں کو ہنساتے ہوئے اپنی بات کہہ کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ ان کی خوش طبعی میں اپنائیت کا احساس ہے ان کے طنز میں تلخی نہیں۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی ان کی ظرافت کے نئے زاویے سامنے لاتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> "اگرچہ سوداؔ، انشاء اور اکبرؔ کے سے شاعر اُردو میں پیدا ہوئے جن کی بنیاد ہی
> شوخی اور شگفتگی پر ہے لیکن غالب میں جو بات تھی وہ ان شعرا میں بھی نہیں
> ہے غالب کی طبیعت میں جو رچاؤ اور ان کے مزاج میں جو پرکاری تھی اس
> سے سود، انشاء اور اکبر محروم تھے۔"(1)

غالب اپنی انا اور خودی کو ہر جگہ مقدم رکھتا ہے۔ وہ زندگی میں کسی کا اپنے اوپر احسان جتانا گوارا نہیں کرتا وہ بحیثیت انسان خود کو تمام صلاحیتوں کا حامل سمجھتا ہے وہ اپنی صلاحیت واستعداد پر بھروسہ کرنے کا درس دیتا ہے دوسروں کی پیروی کرنا خلافِ شان سمجھتا ہے، چاہے وہ حضرت خضر کی ذات ہی کیوں نہ ہو۔ اسی حوالے سے غالب کا شوخ لہجہ ملاحظہ ہو:

لازم نہیں کہ خضرؔ کی ہم پیروی کریں
جانا کہ اک بزرگ ہمیں ہم سفر ملے (2)

قدیم رسومات، توہمات، عقائد اور مذہبی روایات کے سلسلے میں بھی غالب بے باک اور ظریفانہ انداز اختیار کرنے سے باز نہیں آتے۔ وہ خود ساختہ بنائی ہوئی (Myths) کے بت شکن ہیں۔ مذہبی امور کے حوالے سے شیخ و ملا پر تو طعن و تشنیع کی اُردو ادب میں عام روایت چلتی نظر آتی ہے مگر غالب کا طنز اور بے باک انداز جس حد تک بڑھا ہوا ہے اس کی مثال بہت کم دیکھنے کو ملتی ہے۔ غالب کی شوخ بیانی بارگاہ انبیاء میں بھی برقرار رہتی ہے لیکن وہ اس شوخ انداز اور طنز کو

اس خوبصورت پیرائے میں کہہ جاتے ہیں کہ بے ادبی کا شائبہ بھی نہیں ہوتا۔ حضرت آدمؑ کے حوالے سے شوخی سے لبریز اشعار دیکھے:

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے(3)

نہ کھاتے گیہوں ، نکلتے نہ خلد سے باہر
جو کھاتے حضرت آدم یہ بیسنی روٹی(4)

غالب کا طنز ان کی طبع ظریف اور شوخ مزاج کا نتیجہ ہے۔ غالب کا انبیاء اور برگزیدہ ہستیوں کے حوالے سے طنز کا عموماً وہ رنگ نظر آتا ہے۔ جسے رشک آمیز طنز کہا جا سکتا ہے۔ وہ حضرت خضرؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے حوالے سے جو بے باک انداز اختیار کرتا ہے اور طنز کرتا ہے۔ اس میں بھی ان کی اپنی باطنی انا کی تسکین ہے۔ ایک مقام پر حضرت موسیٰؑ کے دیدار الٰہی سے محروم رہنے پر یوں طنز کرتے ہیں کہ ضروری نہیں وہ دیدار سے محروم رہے تو ہر شخص محروم رہے گا لہٰذا کوہِ طور پر ہم بھی قسمت آزمائی کر کے دیکھتے ہیں:

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کریں کوہِ طور کی(5)

پیراہن یوسف کی تلمیح اُردو میں کئی شعرا نے برتی ہوگی لیکن غالب اس میں بھی ظریفانہ پہلو تلاش کر کے اپنی شگفتہ مزاجی کی بدولت پر لطف تشکیک پیدا کر لیتے ہیں۔ حضرت یعقوبؑ کی آزمائش کے حوالے سے غالب کے اشعار کے تیور دیکھیے:

نسیمِ مصر کو کیا پیرِ کنعاں کی ہوا خواہی
اُسے یوسف کی بُوئے پیرہن کی آزمائش ہے(6)

یعنی مصر کی ہوا یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو حضرت یعقوبؑ تک ان سے ہمدردی کی وجہ سے نہیں لائی بلکہ وہ تو اس خوشبو کی تاثیر آزمانا چاہتی تھی غالب نے اس پر شک کا اظہار کر کے خوب مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک اور مقام پر اپنے دِلِ افسردہ کو یوسفؑ کے زنداں سے تشبیہ دے کر شوخی کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں:

ہنوز اِک پر تو نقشِ خیالِ یار باقی ہے
دلِ افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زنداں کا(7)

چونکہ حسن اپنی آرائش سے غافل نہیں ہوتا لہٰذا غالب حسنِ یوسفؑ کی تعریف بھی اس ظریفانہ انداز میں کرتے ہیں کہ اس میں تعریف کے ساتھ ساتھ لطیف طنز کا شائبہ بھی معلوم ہوتا ہے:

نہ چھوڑی حضرت یوسفؑ نے یاں بھی خانہ آرائی
سفیدی دیدۂ یعقوب کی پھرتی ہے زنداں پر(8)

حضرت یعقوبؑ کی اپنے فرزند سے بے پناہ محبت اور ان کے فراق میں اپنی آنکھوں کو بے نور کرنے کے حوالے سے مضمون باندھتے ہوئے غالب یہ کہہ کر کہ، قید میں یعقوب نے لی، گو نہ یوسف کی خبر، اس محبت صادق پر بھی طنز کرنے سے باز نہیں آتے:

قید میں یعقوب نے لی ، گو ، نہ یوسف کی خبر
لیکن آنکھیں روزنِ دیوارِ زنداں ہو گئیں(9)

غالب کے کلام سے لطف کشید کرنا اتنا آسان اور سیدھا نہیں ہے کیونکہ ان کا مزاح تہہ در تہہ پہلو رکھتا ہے کہیں محض طنز ہے کہیں طنز و ظرافت کی بیک وقت آمیزش نظر آتی ہے۔ حضرت خضرؑ کی پیروی اور راہنمائی لینے سے انکار کر کے غالب جہاں اپنی شخصیت کے تناؤ کا اظہار کرتا ہے وہاں ہی وہ ماحول میں خود کو جب بے بس محسوس کرتا ہے تو اپنے کردار کی انا کی تسکین اس حربے سے کرنا چاہتا ہے۔ انا کے ساتھ شوخی کا اظہار یہ بھی ہے کہ خضرؑ کی راہنمائی لینے سے انکار کا جواز پیدا کرنے کے لیے 'سکندر بادشاہ کے آبِ حیات' والے تاریخی واقعہ کا حوالہ دے کر اپنا مقدمہ درست ثابت کرنے کی اخلاقی جرأت کرتا ہے:

کیا کیا خضر نے سکندر سے
اب کسے رہنما کرے کوئی(10)

لازم نہیں کہ خضر کی ہم پیروی کریں
جانا کہ اک بزرگ ہمیں ہم سفر ملے(11)

ممکن ہے ؟ کرے خضر ، سکندر سے تیرا ذکر
گر لب کو نہ دے ، چشمۂ حیواں سے طہارت(12)

حضرت خضرؑ کا یہ اعزاز ہے کہ ان کو عمر جاودانی حاصل ہے لیکن ان کو یہ لافانی عمر پوشیدہ رہنے اور لوگوں سے مخفی رہنے سے سبب حاصل ہے جو کہ غالب کے نزدیک یہ کوئی خوبی نہیں لہٰذا وہ اپنی شوخی و ظرافت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی عمر فانی کو ان کی حیاتِ جاودانی پر ترجیح دیتے ہیں کہ اصل زندگی کا لطف جاودانی پر ترجیح دیتے ہیں کہ اصل زندگی کا لطف تو ہمیں حاصل ہے جو لوگوں سے ملتے ہیں خضرؑ تو لوگوں سے پوشیدہ رہتے ہیں ایسی عمر جاودانی کا کیا کرنا۔ شوخی سے بھرپور شعر کا تیکھا پہلو ملاحظہ ہو:

وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں روشناسِ خلق اے خضرؑ
نہ تم ، کہ چور بنے عمر جاوداں کے لیے(۱۳)

اُردو شاعری میں مسیحا اور مسیح کی تراکیب تو موجود تھیں۔ لیکن 'ابنِ مریم' کی ترکیب غالب سے پہلے اُردو شاعری میں یوں استعمال نہیں کی گئی تھی۔ کیونکہ غالب کے زمانے میں نو آبادیاتی نظام اپنے پنجے گاڑنے کے آخری مراحل میں تھا۔ اور غالب نے مغلوں کو تخت پر تو دیکھا مگر حکومت کرتے ویسے نہیں دیکھا جیسے انگریزوں کو دیکھا۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ غالب وہ پہلا اُردو کا شاعر ہے جس کے ہاں مسیحی اصطلاحات اپنے پورے مسیحی مفہوم کے ساتھ استعمال ہوئی ہیں۔ یہ چیز غالب کی پختہ فکر اور ماحول کے عمیق مشاہدے کی بدولت ہے جو اس کو بڑا شاعر بناتی ہے۔ ایسے حالات میں جب سامراج ظلم بپا کیے ہوئے تھا غالب تب بھی ظریفانہ پہلو نکالتے ہوئے، 'ابن مریم' (حضرت عیسیٰؑ) کو مسیحائی کے لیے پکار کر شعر کو پُر لطف اور پر تاثیر بنا دیتے ہیں۔ وہ مطالبہ کرتے ہیں ابن مریمؑ سے بیمار شفا پاتے ہیں لیکن میں تو تب مانوں گا اگر میرے دکھوں کی کوئی دوا تجویز کرے۔ شعر اگرچہ سادہ ہے مگر اس میں چوٹ بہت گہری کی گئی ہے۔ اس سے لطیف طنز اور خواہش کی مثال اُردو ادب میں ملنا محال ہے:

ابنِ مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی(14)

ایک اور مقام پر کہتے ہیں کہ جو لوگ محبوب کے لبوں سے ادا ہونے والے الفاظ سے مرتے ہیں وہ ایسی گہری نیند سو جاتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ بھی اگر ان کے واسطے قم باذن اللہ کہنے کے لیے اپنے لبوں کو جنبش دیں تو سونے والوں کی نیند مزید گہری ہو جاتی ہے طنز کا انداز ملاحظہ کیجیے:

لب عیسیٰ کی جنبش کرتی ہے گہوارہ جنبانی
قیامت کشتۂ لعلِ بتاں کا خوابِ سنگیں ہے(15)

ایک اور شوخی سے لبریز شعر میں دمِ عیسیٰ کو اپنی موت کا سبب قرار دیتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ نے مجھے صحت عطا کرنے کے لیے اپنے لبوں کو حرکت دی تو میں بوجہ ضعف اس کی تاب نہ لا سکا اور ان کے دم سے قبل ہی مر گیا۔ یہ ہی وہ غالب کا خالص مزاح اور ظرافت ہے کہ وہ برگزیدہ ہستیاں، انبیاء، ملائکہ حتیٰ کہ خدا کے سامنے بھی اپنا مزاج بدلنے کو تیار نہیں۔ شعر دیکھیے:

مر گیا صدمۂ یک جنبشِ لب سے غالبؔ
نا توانی سے حریفِ دمِ عیسیٰ نہ ہوا(16)

انبیاء کرام اور برگزیدہ ہستیوں کے ساتھ بے باک اور طنزیہ اسلوب اپنانے کے بعد غالب کا قلم یہاں ہی نہیں رکتا بلکہ وہ فرشتوں کے ناحق لکھے کا شکوہ بھی زبان پر لے آتا ہے اور نکیرین کے سوالات پر بھی برہم نظر آتا ہے اور اس عمل کو اللہ کے خلیفے (انسان) کی عظمت کے خلاف سمجھتے ہوئے شوخی اور طنز اظہار کرتا ہے۔ غالب کا ماننا ہے کہ فرشتے اعمال تو لکھتے ہیں لیکن چونکہ وہ جذبات سے پاک مخلوق ہے لہٰذا وہ عمل کے پیچھے کار فرما جذبے کو سمجھنے سے قاصر ہیں اس لیے صرف ان کے ناحق لکھے پر پکڑنا درست نہیں۔ کیونکہ غالب کے بقول فرشتے انسان کی فطرت کی پیچیدگیوں کو نہیں سمجھ سکتے کیونکہ انسان اللہ کی تمام تخلیقات میں سے شاہکار ہے اور اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ لہٰذا انسان کے جرم کو ثابت کرنے کے لیے انسان کی شہادت کو فوقیت دی جائے۔ اشعار میں غالب کے تیور ملاحظہ ہوں کہ "ناحق" لفظ استعمال کر کے انہوں نے نہ صرف اس فیصلے کو مشکوک بنا دیا ہے بلکہ ظرافت کے پردے میں مسترد کرنے کی جرأت بھی کی ہے:

ہیں آج کیوں ذلیل ، کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیٔ فرشتہ ہماری جناب میں(17)

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دمِ تحریر بھی تھا؟(18)

پھر ایک اور جگہ غالب نکیرین پر استہزاء کرتے ہوئے شوخی میں آکر ایک عجیب و غریب تدبیر سوچ لیتے ہیں کہ نکیرین کے سوالات سے بچنے کے لیے رات کو شراب پی کر مروں گا چونکہ وہ نوری مخلوق شراب کی بُو سے متنفر ہو گی لہٰذا میرا احساب و کتاب کیے بغیر واپس چلے جائیں گے۔ حسنِ تعلیل اور خالص مزاح کی خوبصورت عکاسی دیکھیے:

ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگیں گے نکیرین
ہاں منہ سے مگر بادۂ دو شینہ کی بو آئے(19)

غالب کے کلام میں یہ طنز و ظرافت کا سیلاب کسبی نہیں ہے وہبی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس میں آورد کو دخل نہیں یہ محض ان کی طبع ظریف کی بدولت ہے کہ ہر مظاہر فطرت پر ان کی حسِ مزاح پھڑک اُٹھتی ہے اور وہ اپنی بات کہتے چلے جاتے ہیں۔ پھر موضوع کوئی بھی ہو ان کا طنز کا نشتر سب کے لیے یکساں چلتا محسوس ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی سی شوخی کسی اور کے ہاں ملنا ناممکن سا نظر آتا ہے۔ محمد موسیٰ کلیم غالب کی شاعری میں بیان شوخی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''مرزا غالب کی شوخی اظہار کا یہ عالم ہے کہ یاس و حرمان کے بوجھ تلے دب جانے والے جذبات بھی زندہ و متحرک رہتے ہیں اس میں شک نہیں کہ مرزا غالب کے نغمے میں ایک انبساطی لَے پائی جاتی ہے اور وہ نتیجہ ہے ان کی بشریت سے محبت کا۔''(۲۰)

کلامِ غالب میں فلسفیانہ تصورات، تجسس و حیرت کا عنصر، مسائل تصوف کا بیان پہلوداری اسلوب تو توجہ کا طالب ہے ہی مگر اصل چیز ان کے اشعار کی زیریں سطح، بین السطور مزاح اور بالائی پرت میں چھپی ظرافت کا ادراک کرنا ہے جو خاطر خواہ توجہ کی متقاضی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غالب مذہبی شخصیات واعظ، شیخ، ناصح اور زاہد جنہیں لوگ کم از کم غالب کے زمانے میں بڑی عزت کے لائق اور مقدس سمجھتے تھے لیکن غالب نے ایسے لوگوں میں موجود منافق، مفاد پرست اور لالچی لوگ جو ظاہری طور پر تو اس مقدس مسند پر براجمان ہو جاتے ہیں مگر ان کے باطن میں غلاظت اور دنیاوی حرص ہوتی ہے۔ ان پر خوب طنز کے تیر برسائے ہیں۔ ان اشعار میں غالب واعظ کو خوب آڑے ہاتھوں لیتے دکھائی دیتے ہیں:

کہاں مے خانے کا دروازہ غالبؔ! اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے ہیں، کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے(۲۱)

واعظ! نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو
کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی!(۲2)

پھر ایک اور جگہ زاہد جو شہد کو بڑے شوق سے کھاتا ہے، کو مخاطب کر کے شراب کی افضلیت ثابت کرنے کے لیے شہد کو مگس کی قے کہہ کر طنز کرتے ہیں:

کیوں ردِ قدح کرے ہے زاہد!
مے ہے یہ مگس کی قے نہیں ہے(۲3)

ارکانِ اسلام میں روزہ اہم رکن ہے۔ مگر غالب اس عبادت کو صاحبِ ثروت اور ایسے لوگ جو سارا سال اللہ کی نعمتوں سے خوب لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں اُن پر فرض سمجھتے ہیں اور مفلس وناچار لوگ جو سارا سال پیٹ کی بھوک مٹانے کے لیے دربدر ٹھوکریں کھاتے رہتے ہیں۔ ان کے لیے یہ ایک مہینہ کے روزے کیا معنٰی رکھتے ہیں وہ تو سارا سال ہی روزے میں گزارتے ہیں۔ بعض مکتوبات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ غالب خود بھی روزہ نہیں رکھتے تھے بلکہ روزے کو بہلانے، کا درس دیتے نظر آتے ہیں۔ روزہ کے حوالے سے ایک قطعہ میں ظریفانہ لہجہ اپناتے ہوئے لکھتے ہیں:

افطارِ صوم کی جسے کچھ دستگاہ ہو
اس شخص کو ضرور ہے روزہ رکھا کرے
جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہ ہو
روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے؟(۲4)

ایک اور رباعی میں غالب روزے پر پختہ ایمان رکھنے کو کہتے ہیں مگر وہ شکوہ کرتے ہیں کہ امیر لوگ سایہ دار گھروں کے اندر رہتے ہیں چھت کے اوپر پانی کا چھڑکاؤ کر کے گھر کو ٹھنڈا کر لیتے ہیں اور گرمی محسوس نہیں ہوتی پھر افطار میں ان کو برف والا ٹھنڈا پانی بھی مل جاتا ہے مگر غالب تو یہ ان سب آسائشوں سے محروم ہے شکوۃ کا پر لطف انداز ملاحظہ کریں:

سامانِ خور و خواب کہاں سے لاؤں؟
آرام کے اسباب کہاں سے لاؤں؟
روزہ مِرا ایمان ہے غالب! لیکن
خسخانہ و برفاب کہاں سے لاؤں؟(۲5)

مذہبی شخصیات، انبیاء کرام، ملائکہ اور مذہبی امور کے بعد یہ خوش باش، شوخ فطرت اور بیدار دماغ کا مالک انسان جنت و دوزخ کے فلسفے پر لطافت و ظرافت کے سروں میں اپنے تجزیے پیش کرنے لگتا ہے۔ جنت اللہ کی طرف سے انعام، آرام و سکون کی جگہ ہے جبکہ دوزخ سزا، ہولناک اور عبرت پکڑنے کا مقام ہے۔ لیکن غالب اپنے عارفانہ مشاہدوں کی بدولت اسے تفریح کی جگہ بنا کر پیش کرتا ہے۔ ان کی یہ حسِ ظرافت اور بات بات پر طنز کرنا بڑی حد تک معاشرتی، تہذیبی اور نو آبادیاتی ماحول کی بھی پیدا کردہ ہے۔ جس میں انہوں نے شعور سنبھالا۔ غالب نے مغلوں کی کئی صدیوں سے رچی ہوئی تہذیب کے انحطاط والے دور کو قریب سے دیکھا اور محسوس کیا۔ اس زمانے کے نیم مذہبی اور نیم سیاسی لوگوں اور تحریکوں کو دیکھا۔ یوں غالب کی شخصیت اور ان کے کلام میں جو شوخی اور طنز و ظرافت کے رنگ نمایاں نظر آتے ہیں۔ اس میں اس زمانے کے حالات و تجربات کا بڑا اہم کردار ہے۔ کہیں وہ مسیحی اصطلاحات کو ان کے مسیحی مفہوم کے ساتھ پیش کرتے ہوئے اس وقت کے حالات کی عکاسی کرتے ہیں تو کہیں کعبے سے بتوں کی پرانی نسبت یاد کروا کر بین المذاہب ہم آہنگی کی خواہش کرتے دکھائی دیتے ہیں:

ایماں مجھے روکے ہے، جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے، کلیسا مرے آگے(۲۶)

کعبے میں جا بجائیں گے ناقوس
اب تو باندھا ہے دَیر میں احرام(۲۷)

گو واں نہیں، پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں
کعبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دُور کی(۲۸)

غالب کے مزاح کا ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ وہ لفظی شوخی اور معنوی شوخی دونوں میدانوں کے شہسوار ہیں۔ حاضر جوابی و بذلہ سنجی غالب کی افتادِ مزاج کا جزو تھی۔ اس لیے ان کو مزاح پیدا کرنے کے لیے امثل کا سہارا نہیں لینا پڑتا۔ ان کو بات کرتے یا سنتے ہی کوئی نکتہ یا پہلو سوجھ جاتا ہے اور وہ بات کو لفظی طور پر یا معنوی طور پر پلٹ کر نیا مفہوم کچھ اس طرح قائم کر دیتے ہیں کہ اس میں خاص لطف اور شوخی اور انبساط کا پہلو نکل آتا ہے۔ شک کا رجحان ایک نفسیاتی مزاج ہے جو فطرت انسانی میں تین طرح سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایقان کی نفی، حسد کی صورت میں اور تیسری صورت رشک ہے۔ غالب کی فطرت میں شک کا مادہ بھی تھا اور رشک کا بھی۔ ان کا شک کا مادہ بھی رشک کے جذبات کی افزائش کا سبب بنتا ہے۔ جنت کے بارے میں ایک مسلمان کا یہی عقیدہ ہے کہ وہ ایک فرحت و انبساط کا مقام ہے جہاں نیک انسانوں کی روحیں سکوں اور چین پائیں گی مگر غالب ایک آزاد فکر انسان ہے اور اس کے اندر شک کے اظہار کی جرأت بھی موجود ہے

لہٰذا جنت کی حقیقت کے حوالے سے غالب تشکیک پیدا کر دیتے ہیں تو کہیں جنت و دوزخ کو ملا کر سیر گاہ کی وسعت کے خواہاں ہیں اور کہیں دنیاوی زندگی کے بدلے جنت دینے کو گھاٹے کا سودا کہہ گزرتے ہیں۔ جنت و دوزخ کے حوالے سے غالب کے یہ محاکاتی اشعار محض شوخی و مزاح ہی نہیں بلکہ ان کی ذہنی کیفیت و فکری نہج کی عکاسی بھی کرتے ہیں:

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کا غالب یہ خیال اچھا ہے(۲9)

کیوں نہ فردوس میں دوزخ کو ملا لیں یا رب
سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی(۳0)

دیتے ہیں جنت حیاتِ دہر کے بدلے
نشہ بہ اندازۂ خمار نہیں ہے(۳1)

ایک اور غزل میں جنت جانے کی آرزو محض اس لیے کرتے ہیں کہ وہاں ارفع قسم کی خوشبودار شراب پیش کی جائے گی شعر میں اظہارِ ذوقِ مے نوشی کا شوخ لہجہ ملاحظہ کیجیے:

وہ چیز جس کے لیے ہم کو ہو بہشت عزیز
سوائے بادۂ گلفامِ مشکبو کیا ہے(۳2)

دوسری طرف بے خودی کا یہ عالم ہے کہ غالب جنت کو اپنے لیے ایسا گلدستہ سمجھتے ہیں جو طاق پر رکھ کر انسان بھول جائے۔ اس شعر میں جنت کو گلدستہ طاق نسیاں سے تشبیہ دے کر غالب نے جو شوخی کا اظہار کیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے:

ستائش گر ہے زاہد اس قدر جس باغِ رضواں کا
وہ اِک گلدستہ ہے ہم بیخودوں کے طاقِ نسیاں کا(۳3)

غالب کی شاعری میں بعض اشعار اگرچہ ظاہری طور پر سنجیدہ ہیں لیکن ان کے بھی باطن میں طنز و مزاح کا رنگ موجود ہے یوں بین السطور مزاح بھی غالب کے ہاں دیکھائی دیتا ہے جو غدر کے بعد کے حالات کی عکاسی کرتا ہے۔ جن معاملات پر غالب کھل کر طنز نہیں کر سکتے تھے۔ انہوں نے سنجیدہ اسلوب میں وہ باتیں غیر محسوس طریقے سے کی ہیں جن سے ادب کا قاری ہی مزاح کے پہلو کشید کر سکتا ہے۔

حوالہ جات

1۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، غالب اور مطالعہ غالب، دلی: سکسینہ پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۷۰ء، ص ۲۴۲

2۔ اسد اللہ خاں غالب، مرزا، دیوانِ غالب (اُردو) مرتبہ: حامد علی خاں، ص140

3۔ ایضاً، ص190

4۔ ایضاً، ص225

5۔ ایضاً، ص197

6۔ ایضاً، ص178

7۔ ایضاً، ص21

8۔ ایضاً، ص62

9۔ ایضاً، ص102

10۔ ایضاً، ص187

11۔ ایضاً، ص140

12۔ ایضاً، ص230

13۔ ایضاً، ص200

14۔ ایضاً، ص187

15۔ ایضاً، ص192

16۔ ایضاً، ص20

17۔ ایضاً، ص92

18۔ ایضاً، ص43

19۔ ایضاً، ص144

20۔ تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند (جلد سوم)، مشمولہ: موسیٰ کلیم، مرزا اسد اللہ خاں غالب، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۱۰ء، ص ۱۵۵

21۔ اسد اللہ خاں غالب، مرزا، دیوانِ غالب (اُردو) مرتبہ: حامد علی خاں، ص190

22۔ ایضاً، ص197

23۔ ایضاً، ص172

24۔ ایضاً، ص2۳0

25۔ ایضاً، ص2۳9

26۔ ایضاً، ص182

27۔ ایضاً، ص209

28۔ ایضاً، ص197

29۔ ایضاً، ص154

30۔ اسد اللہ خاں غالب، مرزا، دیوانِ غالب جدید (المعروف بہ نسخہ حمیدیہ)، مرتبہ: محمد انوار الحق، بھوپال: مدھیہ پردیش اُردو اکادمی، ۱۹۲۱ء، ص۴۳۳

31۔ اسد اللہ خاں غالب، مرزا، دیوانِ غالب (اُردو) مرتبہ: حامد علی خاں، ص151

32۔ ایضاً، ص158

33۔ ایضاً، ص21

Refrences:

1. arelvi, Dr. Ibadat. *Ghalib aur Mutala'a-e-Ghalib*. Delhi: Saxena Publishing House, 1970, p. 242.
2. Ghalib, Mirza Asadullah Khan. *Diwan-e-Ghalib (Urdu)*, ed. Hamid Ali Khan, p. 140.
3. Ibid., p. 190.
4. Ibid., p. 225.
5. Ibid., p. 197.
6. Ibid., p. 178.
7. Ibid., p. 21.
8. Ibid., p. 62.
9. Ibid., p. 102.
10. Ibid., p. 187.
11. Ibid., p. 140.
12. Ibid., p. 230.
13. Ibid., p. 200.

14. Ibid., p. 187.

15. Ibid., p. 192.

16. Ibid., p. 20.

17. Ibid., p. 92.

18. Ibid., p. 43.

19. Ibid., p. 144.

20. Kaleem, Musa. "Mirza Asadullah Khan Ghalib." In *Tareekh-e-Adab-e-Muslimanan-e-Pakistan-o-Hind*, Vol. 3. Lahore: Punjab University, 2010, p. 155.

21. Ghalib, Mirza Asadullah Khan. *Diwan-e-Ghalib (Urdu)*, ed. Hamid Ali Khan, p. 190.

22. Ibid., p. 197.

23. Ibid., p. 172.

24. Ibid., p. 230.

25. Ibid., p. 239.

26. Ibid., p. 182.

27. Ibid., p. 209.

28. Ibid., p. 197.

29. Ibid., p. 154.

30. Ghalib, Mirza Asadullah Khan. *Diwan-e-Ghalib Jadeed (Al-Ma'roof ba Nuskha Hamidiya)*, ed. Muhammad Anwarul Haq. Bhopal: Madhya Pradesh Urdu Academy, 1921, p. 433.

31. Ghalib, Mirza Asadullah Khan. *Diwan-e-Ghalib (Urdu)*, ed. Hamid Ali Khan, p. 151.

32. Ibid., p. 158.

33. Ibid., p. 21.

Bibliography:

Barelvi, Dr. Ibadat. *Ghalib aur Mutala'a-e-Ghalib*. Delhi: Saxena Publishing House, 1970.

Ghalib, Mirza Asadullah Khan. *Diwan-e-Ghalib (Urdu)*. Edited by Hamid Ali Khan. Lahore: n.p., n.d.

Ghalib, Mirza Asadullah Khan. *Diwan-e-Ghalib Jadeed (also known as Nuskha-e-Hamidiya)*. Edited by Muhammad Anwarul Haq. Bhopal: Madhya Pradesh Urdu Academy, 1921.

Kaleem, Musa. "Mirza Asadullah Khan Ghalib." In *Tareekh-e-Adabiyat-e-Muslimanan-e-Pakistan-o-Hind*, Vol. 3. Lahore: University of the Punjab, 2010.